بین الاقوامی مذہبی ازادی پر امریکن کمیشن کا 2009 سالانہ رپورٹ کے تنقیدی جائزہ

1998 کے بین الاقوامی مذہبی ازادی کے ایکٹ (IRFA) سے پیدا کیا ہوا، بین الاقوامی مذہبی ازادی پر امریکن کمیشن (USCIRF یا کمیشن) ایک آزاد، امیریکن کمیشن کے قائم کمیٹی ہی جو مذہبی یا عقایدی آزادی کی خلاف ورزیاں کو دوسری ممالک می مانیٹر کرتا ہی، جس ٹرہا انسانی حقوق کے یونیورسل اعلامیہ می اور دوسری بین الاقوامی انسٹرومینٹ می تعیین ہوچکی ہی، اور ملک کی صدر، سیکریٹری اف اسٹیٹ، اور کانگریس کو آزاد پالیسی سفارشات دیتا ہی.

امریکی اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ سی الگ، کمیشن، دس ارکان سے تشکیل ہواہے. تین کمیشنرز صدر کے طرف سے تعین ہواہے اور انکی چی اور کانگرس کے قیادت کے طرف سی تعین ہوا ہی. بین الاقوامے مذہبے ازادے پر بڑے سفیر موقع، ایک ایسی پوزیشن ہے جو اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ می ہہے IRFA کے طرف سے تعین ہواہے، اور کمیشن کے ایک غیر ووٹنگ سابق افشو (*ex officio*) ممبر کی ٹرحی خدمت کرٹا ہے.

کمیشنرز، امور خارجہ, انسانی حقوق, مذہبی ازادی اور بین الاقوامی قانون کا مہارت اور تجربہ کی دولت لاتی ہے. کمیشن کی بقا کے دھائ می، کمیشنرز - کیتھولیک بشاپس، ایک مسلم امام، ایک یہودی انسانی حقوق کی کارمند اور ایک ربانی، پروٹسٹنٹ افسوس، اور قانونی، خارجہ پالیسی، اور دوسرے ماہرین کئی بیگروند کی ساتہ، شامل صادق مسیحی، مومن، ہندو، بودسٹ، اور بہائے، کو شامل کیے ہے. انکی قیادت کے تحت، کمیشن نی مذہبی ازادی کے خلاف ورزیاں کے باری می اظہار تاثر کیا ہی، جو ایک وسیع پرابندی کے مسائل، ممالک، اور عقاید پر اسر کرتا ہے. مثال مثال کے طور پر، کمیشن نے بودست کی جانب سے برما میں، بنگلہ دیش میں ہندوؤں، سعودی عرب میں شیہ مسلمانان، ونزویلہ میں یہودیوں، پاکستان میں احمدیوں، چین میں ایگھور مسلمانوں، سوڈان میں عیسائیوں، اور ایران میں بہایی، کام کیر رہی ٹی.

یہ سالانہ رپورٹ، کمیشن کی مطلوبہ ممالک کا مذہبی یا عقایدی آزادی کی وضعیت کو بیان کررہا ہی، اور ایسی پالیسی سفارشات فراہم کررہی ہی جو کی اس بات کو یقینی بنائیں کہ مذہبی یا عقایدی آزادی کی فروغ، امریکی خارجہ پالیسی کا ایک مزید اٹوٹ انگ بن گئے ہی. یہ سالانہ رپورٹ ممالک پر ابواب سی برپہورہی، جین کو کمیشن نی سیکرٹری اف اسٹیٹ کی ذریہ کنیت کے لئے سفارش کے ہی، IRFA کی تحت مذہبی آزادی سی شدید خلاف ورزیاں کے لئے " خصوصی مطلوبہ ممالک" (CPCs) کہ طرحہ؛ جین ممالک کو کمیشن نے مذہبی ازادی کی خلاف ورزیاں کے لیے واچ لسٹ پر لگایا ہی جو کے CPC لٹکھورا کونہیں میلتا لیکن توجہ کے ضرورت ہی؛ اور دوسری ممالک جو کمیشن نزدیکی سی مانیٹر کررہا ہی. مکمل رپورٹ اس سایٹ پر دستیاب ہی: www.uscirf.gov

2009 کی سالانہ رپورٹ، می 2008 سے اپریل 2009 کی عرصے تک احاطہ کرتا ہی

خصوصی مطلوبہ ممالک اور واچ لسٹ ممالک

IRFA سیکرٹری اف اسٹیٹ کو حدایت کر تا ہی، جو کے صدر کے جانب سے واگذار ہواتا، تا کے "خصوصی مطلوبہ ممالک،" یا CPCs کو نامزد کری، یہ وہ ممالک ہی جین کے حکومتیں " خاص طور پر شدید" مذاہبی آزادی کے خلاف ورزیاں کے مصروف ہی یا انہی تحمل کررہے ہی. IRFA " خاص طور پر شدید" خلاف ورزیاں کو " بانظام, جاری، اوربا اتینت" بیان کرتا ہی جو کے تشدد، الزامات کے بغیر طویل قید ، لاپتہ ہونے ، یا " دیگر بلتا تردیدوں زندگی کی حق کی خلاف ، آزادی ، یا افراد کے سیکورٹی " کی ایکٹ می شامل ہی. ایک ملک کا CPC تعین ہونی کے بعد، اس کے حکومت قانوناً مکلف ہی کے خلاف ورزیاں کو IRFA کے ضریعہ تعین شدہ اقدامات کے ساتہ ہٹا دی.

جنوری 2009 می، اسی اٹہ ممالک: برما، جمہوری عوام کے جمہوریہ کوریا (شمالی کوریا)، کوریا' اریٹیریا', ایران، عوام کے جمہوریہ چین، سعودی عرب, سوڈان اور ازبکستان، کو جو نومبر 2006 مے CPCs تعین کیا تا، دوبارا CPCs تعین کیا. اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ نی، ازبکستان کے خلاف کارروائی کے لئے، ایک 180-دن کے مرفوصہ جاری کے ہی، اور ایک غیر معینہ مرفوصہ سعودی عرب کے لئے جاری کے ہی. یہ مرفوصات، دونوں صورتوں میں "[عالمی

مذہبی ازادی] کے اکٹ کے مقاصد کو مذید کرنی" کے لئے جاری ہوا ہی. ان مرفوصات کے نتیجے میں، امریکہ کسی بہی ملک کے خاص طور پر مذہبی آزادی کے شدید خلاف ورزیاں پر، کوئے بہی پالیسی جواب پر عمل نہیں کریگا.

اس رپورٹنگ کے عرصے میں، کمیشن سفارش کرتا ہی کے سیکرٹری اف اسٹیٹ مندرجہ ذیل 13 ممالک کو CPCs کی طور پر تعین کری: برما، جمہوری عوام کے جمہوریہ کوریا (شمالی کوریا)، کوریا' اریٹیریا', ایران، [1]عراق، [2]نائیجیریا، پاکستان، عوام کے جمہوریہ چین، سعودی عرب، سوڈان، ترکمانستان، ازبکستان, اور ویت نام.

کمیشن، قریب سی مانیتور ہونی کے ضرورت پر مبنی ان ممالک کو واچ لسٹ کے نام دیں ہی جو، مذاہبی آزادی کے سنگین خلاف ورزیاں کے مصروف ہی یا انکی حکومتیں، جو CPC لٹکھورا کونہیں میلتیں، انہی برداشت کررہی. ان ممالک بہی قریب سی توجہ کی میرٹ رکتا ہی، بعض معاملات میں، اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ اور کثیرالاطراف تنظیمیں کے طرف سی سفارتی کارروائے کے ہدف بن کی. کمیشن کے واچ لسٹ ممالک، اس رپورٹنگ کے عرصے میں، افغانستان، بلاروس، کیوبا، مصر، انڈونیشیا، لواس، روس، صومالیہ، تاجکستان، ترکی، اور ونزویلہ کے شامل ہی.

کمیشن اس بات سی متاثر ہی پاکستان

پاکستان میں گزشتہ برس حیرت انگیز سیاسی واقعات رونما ہوئے جن میں سے بعض کا قانون کی حکمرانی اور مذہب یا عقیدے کی آزادی سمیت عام انسانی حقوق کے تحفظ پر گہرا اثر پڑنے کا امکان ہے۔ رواں برس مذہبی بنیادوں پر انتہا پسند گروہوں کی طاقت اور رسائی میں وسیع پیمانے پر بلا روک ٹوک اضافہ بھی نظر آیا جن کے اراکین پاکستان اور سمندر پار تشدد کی کارروائیوں میں ملوث ہیں اور پاکستانی حکام نے ایک انتہاپسند اسلامی نظریے کا پرچار کرنے والے مسلح شورش پسندوں پر مؤثر انداز سے قابو پانے سے دستبرداری اختیار کرلی ہے۔ علاوہ ازیں، مذہبی آزادی سے متعلق تمام سنگین خدشات جن کے بارے میں کمیشن ماضی میں اطلاعات فراہم کرتا رہا ہے، اپنی جگہ قائم و دائم ہیں۔ فرقہ وارانہ اور مذہبی بنیادوں پر تشدد کا سلسلہ جاری ہے جن میں شیعہ مسلمانوں، احمدیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کو خاص طور پر نشانہ بنایا جاتا ہے اور حکومت کا ردعمل غیر تسلی بخش ہے بلکہ بعض صورتوں میں تو یوں لگتا ہے کہ جیسے یہ حکومت کی ملی بھگت سے ہو رہا ہے۔ احمدیوں کے حقوق پر قدغنیں لگانے والے اور توہینِ رسالت کو جرم قرار دینے والے قوانین سمیت ملک کے بہت سے قوانین کا نتیجہ اکثر مذہب اور عقیدے کی بناء پر قید کی سزا اور/یا قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر ملزم کے خلاف تشدد کی صورت میں نکلتا ہے۔

مزید برآں، بعض معمولی اصلاحات کے باوجود پاکستان کے 1979 میں متعارف کرائے جانے والے اور ملک کے سیکولر قانونی نظام کے ساتھ نافذ کردہ اسلامی قوانین جنہیں حدود آرڈیننس کہا جاتا ہے، میں اسلامی قانون کی خلاف ورزیوں پر سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں جن میں جسم کے اعضاء کاٹنا اور سنگسار کر کے ہلاک کرنا شامل ہیں۔ پاکستان نے مختلف بین الاقوامی فورموں پر مذاہب کی توہین کے تصور کو فروغ دینے میں قائدانہ کردار ادا کیا ہے جو کہ اس کی جانب سے توہین رسالت کے قوانین کو عالمگیر سطح پر لے جانے کی ایک کوشش ہے۔ کمیشن کے خیال میں اس سے دنیا بھر کے افراد کے مذہب اور اظہار خیال کی آزادی کے حقوق سنگین طور پر متاثر ہوں گے اور انہیں جرم کا درجہ دیا جائے گا۔ اور آخر کار، پاکستانی اور بین الاقوامی مبصرین دونوں کے مطابق، پاکستان کی انٹیلیجنس سروسز میں بعض عناصر کے طالبان اور دیگر متشدد انتہاپسند گروہوں کے ساتھ روابط ہیں اور وہ انہیں مدد فراہم کرتے ہیں، جیسا کہ نومبر 2008 میں بھارتی شہر ممبئی میں ہونے والے دہشت گرد حملے میں لشکرِ طیبہ کے ملوث ہونے کا معاملہ ہے۔ ان مستقل، سنگین خدشات کی روشنی میں، کمیشن کی مسلسل یہ تجویز ہے کہ پاکستان کو مخصوص خدشات کا حامل ملک یا سی پی سی (CPC) قرار دیا جائے۔ آج دن تک، دفترِ خارجہ نے پاکستان کو مخصوص خدشات کا حامل ملک یا سی پی سی (CPC) قرار نہیں دیا۔

---

[1] عراق کی باری می کمشن کی رپورٹ میں شامل ہونی کی دوران، کمشنرز کرامارتی، عید، زمین، اور CPC کی سفارش سی لیو ٹو اپیل نارضامند ہوئی، یه اختتامی ادعا کرنی کی لئی که عراق امریکی کمیشن کی واچ لسٹ پر هونا چاهئی.

[2] کمشنرز کرامارتی CPC کی سفارش سی لیو ٹو اپیل نارضامند هوئی ، یه اختتامی ادعا کرنی کی لئی که نائیجیریا امریکی کمیشن کی واچ لسٹ پر هونا چاهئی.

گزشتہ برس سے پاکستان کا سیاسی منظر نامہ کافی حد تک تبدیل ہو چکا ہے۔ فروری 2008 میں ہونے والے پارلیمانی انتخابات کے بعد ملک میں سویلین اقتدار پھر سے قائم ہوا اور ستمبر 2008 میں آصف علی زرداری نے صدرِ پاکستان کی حیثیت سے پرویز مشرف کی جگہ لی۔ صدر زرداری ایک مقبول سیاسی رہنما اور سابق وزیر اعظم مرحومہ بے نظیر بھٹو کے شوہر ہیں جنہیں دسمبر 2007 میں انتہا پسندوں نے قتل کر دیا تھا۔ مارچ 2009 میں حزب اختلاف کی جماعتوں اور ملک کے وکلاء کی اکثریت کے دباؤ سے مجبور ہو کر صدر زرداری نے سپریم کورٹ کے سربراہ افتخار چوہدری اور دیگر معزول ججوں کو بحال کر دیا۔ انہیں صدر مشرف نے معطل کیا تھا۔ صدر زرداری کو پاکستان کے سب سے زیادہ آبادی والے صوبے پنجاب میں حزبِ اختلاف کی زیر قیادت سیاسی حکومت کو بحال کرنے کا کڑوا گھونٹ بھی پینا پڑا۔

زرداری حکومت نے مذہبی آزادی کے لحاظ سے بعض مثبت اقدامات اٹھائے ہیں۔ نومبر 2008 میں حکومت نے اقلیتی حقوق کے ممتاز حمایت کار شہباز بھٹی کو کابینہ کا عہدہ دیتے ہوئے وفاقی وزیر برائے اقلیتی امور مقرر کیا۔ جناب بھٹی نے عوامی سطح پر اس بات کا عہد کیا ہے کہ زرداری حکومت پاکستان کے توہین رسالت قوانین پر نظر ثانی کرے گی اور یہ کہ حکومت مذہبی طور پر اقلیتی برادریوں کے حقوق کے تحفظ پر کاربند ہے جس میں وفاقی حکومت کی ملازمتوں میں مذہبی اقلیتوں کے لئے پانچ فی صد کوٹے پر عملدرآمد بھی شامل ہے۔ مارچ 2009 میں حکومت نے ایک عیسائی قانون دان کو لاہور ہائی کورٹ کا جج مقرر کیا۔ ابھی تک یہ واضح نہیں کہ ماضی میں یکے بعد دیگرے آنے والی پاکستانی حکومتوں کے ہاتھوں بری طرح پامال ہونے والی مذہبی آزادی پر ان پیشرفتوں کا کیا اثر پڑے گا۔ امتیازی قانون سازی، جس کا گزشتہ دہائیوں میں اجراء اور مستقل نفاذ کیا گیا، نے مذہبی عدم برداشت کے ماحول کو فروغ دیا ہے اور شیعہ مسلمانوں، احمدیوں، ہندوؤں اور عیسائیوں سمیت مذہبی اقلیتوں کے اراکین کی سماجی اور قانونی حیثیت کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ سرکاری اداروں کی جانب سے ان مذہبی اقلیتی کمیونٹیوں کو معاشرے میں ہونی والے تشدد سے مناسب تخفض فراہم نہیں کیا جاتا ہے اور اقلیتی گروہوں پر ہونے والے حملوں کے سرکردہ عناصر کو شازونادر ہی انصاف کے کٹہری میں کہڑا کیا جاتا ہے. حقیقت یہ ہے کہ اس میں کچھ حد تک پاکستان کے اپنے جمہوری ادارے خاص طور پر عدالتی انظام اور پولیس شامل ہی جو اپنی مخصوص طبقے میں پائی جانی والی کرپشن، غیر موثر ہونے اور احتساب نہ ہونے کے باعث کمزور ہوتی جارہی ہے.

پاکستان میں بہت سے مذہبی اسکول یا مدرسوں میں اس قسم کی نظریاتی تربیت دی جارہی ہے کہ وہ پاکستان یا اس سے باہر مذہبی اقلیتوں کو پر تشدد کاروائیو کا نشانہ بنائیں. 2005 کے درمیان، حکومت پاکستان نے اپنی کوششو کا از سر نو آغاز کرتے ہوئے تمام مدرسو کو حکومت سے رجسٹرڈ ہونے کا پابند کیا اور غیر ملکی طلبا کو خارج کرنے کا حکم صادر کیا. کچہ مذہبی شدت پسند گروہوں کی چیخ پکار کے باوجود سال کے اختتام پر زیادہ تر اداروں کی رجسٹریشن عمل میں آگئ. بہر حال رپورٹیں بتاتی ہیں کہ رجسٹریشن کے عمل کا خاطر خواہ فائدہ نہ ہوسکا کیونکہ ابہی بہی مدرسوں کے نصاب میں شدت پسندی اور تشدد کی جانب راغب کرنے کے مندرجات شامل ہیں اور ان مدرسوں کی فنڈرز حاصل کرنے کے ذرائع پر حکومت کا کوئی کنٹرول نہي ہے. ابہی بہی یہ بات شبہ سے بالاتر نہیں کہ سرکاری سطح پر ملک بہر میں اسلامی مذہبی اسکولوں کی دیر سے کی جانی والی اصلاح کے ذریعے، تشدد کی لہر کو روکنے کے عمل کو موثر بنانے کیلئے اور اقدامات بہی کیے جانے چاہئیں. مزید براں، یہ کوششي پاکستان میں مذہبی شدت پسندی کے بڑے مسئلے کو حل کرنے اور دوسروں کی آزادی اور حقوق پر مسلسل، بلا اختیار اثر انداز ہونے والے عسکری گروہوں کے حوالے سے موزوں نظر نہي آتي.

2008 کے شروعات میں، پاکستان مسلح شدت پسندوں کی جانب سے بم پہینکنے کی مہم کے تجربے سے گزرا جنہوں نے اس قسم کی پر تشدد کارروائیوں کے ذریعے پاکستان میں زندگی کو مظوج کردیا اور مقامی کنٹرول حاصل کرلیا. اسٹیٹ دیپارٹمنٹ کے مطابق، یہاں تک کہ پاکستان سے باہر فانا میں بہی پر تشدد کارروائیوں کے ذریعے مذہبی اجتماعات، عبادت گاہوں، اور مذہبی رہنماوں پر حملے عام سی بات ہوگئی تہی جن کا نانہ بانہ فرقہ ورانہ، مذہبی شدت پسندوں اور دہشت گرد گروہوں سی ملتا تہا، جس کے وجہ سے سال کے دوران ہلاک ہونے والوں کی تعداد سینکڑوں تک چلی گئی تہی. پاکستان میں ہونے والے حملوں میں سب سے زیادہ اہمیت ستمبر 2008 میں میریٹ ہوٹل اسالام آباد میں ہونے والے حملے کو ملی جب ایک دہشت گردنے ٹہیک اس وقت حملہ کیا جب اس ہوٹل میں مہمان روزہ افطار کرنے ہی والی تہی. عبادت گاہوں پر ہونے والے کئی حملوں مي، فروری 2009 میں ڈیرہ غازی خان پنجاب کے امام بارگاہ کے نزدیک ہونے والا حملہ بہی اہمیت کا حامل تہا جس میں 22 لوگ جاں بحق ہوئے. پاکستان افغنستان سرحد کے قریب خیبر ایجنسی میں جمرود میں 27 مارچ 2009 کو مسجد میں جمعہ کی نماز کے دوران حملے میں 50 لوگ جاں

بحق اور 100 سے زائد زخمی ہوگئے. اگر چہ یہ مسجد سنیوں کی تہی تا ہم بعد میں اس حملے کا الزام سنی شدت پسندوں پرلگادیا گیا.5 اپریل کو چکوال پنجاب میں امام بارگاہ پر ہونے والے خودکش حملے میں 22 افراد ہلاک اور متعدد زخمی ہوگئے.

ملک بہر میں مذہبی انتہا پسندی اور پر تشدد کاروائیاں، جو زیادہ ترسنی شدت پسندوں نے شیعہ اقلیت کے خلاف کیں، جاری ہیں. گزشہ برس کے دوران، سنی شدت پسندوں نے اپنی کاروائیوں کا دائرہ شمالی پاکستان کے دیہی علاقوں تک پہیلا دیا جس میں شمال مغرب سرحدی صوبے میں وادی سوات بہی شامل تہی. یہ جنونی شدت پسند جن میں سے چند ایک کا تعلق طالبان سے تہا، ان کے حوالے سے خبر تہی کہ یہ سینکڑوں شیعہ شہریوں کی ہلاکت، طالبان طرزکے ظالمانہ عدل کے نفاذ اور شیعہ و دیگر اقلیتی آبادی بے دخل کرنے کے عمل میں ملوث تہے. اپریل 2009 میں مرکزی حکوومت نے ادی سوات میں طالبان سے تعلق رکہنی والے شدت پسندوں سے گفت و شنید کے ذریعے مقامی سطح پر مالاکنڈ ڈویژن، وادی سوات جس کا ایک حصہ ہے، میں شرعی قانون (انظام عدل) نافذ کرنے کا امن منصوبہ کو قبول کرلیا تا کہ سرکاری فورسز کے خلاف مخالفانہ کاروائیو کا خاتمہ کیا جاسکے. اگرچہ وادی سوات میں پہلے سے شریعت سے متاثر نظام غیر مستقل مزاجی سے نافذ تہا، یہ نیا اقد ام طالبان سے وابستہ شدت پسندوں کو مقامی طورپر زورآوربنانا تہا جن کا اپنے سیاسی اور مذہبی ایجنڈے کولاکوکرنے کیلئے ظلم و تشدد کرنا معمول تہا.

اس سے قبل 2003 میں وادی سوات میں تشدد کی غیر معمولی لہراٹھی تہی جس مي ہزاروں شہری ایسی بربریت اور معاشی خلفشارکاشکار ہوئی جس کا ذکر کرتے ہوئے روح تک کانپ اٹہتی ہے. طالبان وابستہ گروہوں نی اسلام کے نام پر اپنی مرضی کی چیزیں تہوپنے، مقامی رسوم ورواج میں دخل اندازی، تعلیم کی مخالفت اور ممنوعہ کاموں کا حکم نافذ کرنے کی تحریک شروع کردی. نیوز رپورٹ کے مطابق دسمبر 2008 تک سوات کے اٹہارہ لاکہ شہریوں کا تقریباً 60 فیصد حصہ زبردست قسم کے تشدد کا شکار ہوا، 150 اسکول تباہ کردیے گئے جن میں زیادہ تر لڑکیوں کے اسکول تہے. جن خواتین نے اپنی نوکری چہوڑنی سے انکار کیا ان کو قتل کردیا گیا اور پولیس، سیاسی مخالفین اور طالبان پر تنقید کرنے والوں کا سرعام، سراڑادیاگیا. دسمبر 2008 میں لڑکیوں کی تعلیم پر پابندی عائد کر دی گئی جس پر بہت زیادہ احتجاج کیا گیا۔ جنوری 2009 کے اواخر میں اس پابندی میں نرمی کر کے پانچویں جماعت تک تعلیم کی اجازت دے دی گئی۔ سوات میں طالبان کی رات کو ریڈیو نشریات میں ان کے بقول ناچ گانے، ٹیلی ویژن دیکھنے اور داڑھی منڈوانے جیسے غیر شرعی سرگرمیوں کے خلاف فتوے نشر کیے جاتے رہے ہیں۔

شمال مغربی پاکستان میں متشدد انتہا پسند گروہوں کی جانب سے مذہبی بنیادوں پر اٹھائے جانے والے دیگر مبینہ اقدامات میں اپنے زیرِ کنٹرول آبادی میں پولیو کے قطرے پلانے سے اس وجہ سے انکار کہ پولیو کے قطرے پلانا مسلمانوں کے خلاف ایک سازش ہے اور دیگر مسلمانوں کے لئے مذہبی اور ثقافتی اہمیت کے حامل مزاروں اور مقبروں کو تباہ کرنا شامل ہیں۔ مؤخر الذکر میں قابلِ ذکر 5 مارچ 2009 کو پشاور کے نزدیک پشتو کے عظیم شاعر اور صوفی رہنما رحمان بابا کے مزار پر بم دھماکہ ہے۔ غنڈہ گردی کے اس مظاہرے، جس کا بعض مبصرین نے طالبان کی جانب سے بامیان میں بدھا کے دیو قامت مجسمے کی تباہی سے موازنہ کیا ہے، کا مقصد انتہا پسندوں کی جانب سے دیگر نظامِ اعتقاد کی ظاہری علامتوں کا خاتمہ کرنا ہے جو کہ سب کی شمولیت کا احترام اور برداشت کا رویہ رکھنے والے اسلام کی قسم ہے۔

سنی انتہا پسندوں کے حملوں اور بظاہر سزا سے مستثنٰی ہجوم کی جانب سے تشدد کے واقعات میں احمدیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ ستمبر 2008 میں پاکستانی ٹیلی ویژن نیٹ ورک جیو ٹی وی نے مذہبی امور کا ایک پروگرام نشر کیا جو کہ 1974 میں پاکستان کی پارلیمنٹ کی جانب سے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے فیصلے کے بارے میں تھا۔ پروگرام کے میزبان نے مبینہ طور پر مذہبی علماء پر مشتمل اپنے مہمانوں کو نہ صرف اس فیصلے کی توثیق کرنے پر اکسایا بلکہ اس بات پر اصرار کرایا کہ احمدیوں کو قتل کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ ایک دن بعد، ایک ممتاز احمدی ڈاکٹر کو قتل کر دیا گیا اور اس کے اگلے روز ایک مقامی احمدی رہنما کو ہلاک کر دیا گیا۔ اقلیتوں پر ایسے حملوں کے مرتکب افراد کو شاذ ہی انصاف کے کٹہرے میں لایا جاتا ہے۔ امریکی دفترِ خارجہ کے مطابق، حکومت نے بلاشبہ قتل کے دونوں واقعات کی تحقیقات کی راہ میں روڑے اٹکائے۔

ہندوؤں، عیسائیوں اور سکھوں کے خلاف کم منظم، لیکن پھر بھی اکثر و بیشتر حملے، ہوئے اور وہ اپنی اقلیتی حیثیت کے باعث عام طور پر ڈکیتی اور اغوا برائے تاوان جیسے جرائم کا زیادہ شکار ہوتے ہیں۔ ہندو اور عیسائی

خواتین، بشمول بچوں، کے اغوا، زنا بالجبر اور انہیں زبردستی مسلمان بنانے کی اطلاعات اکثر موصول ہوتی رہتی ہیں۔ ان واقعات کے ملزمان عام طور سے اپنے دفاع میں مسلمان عالموں کی جانب سے تبدیلی مذہب کی اسناد پیش کر کے دوسروں کو زبردستی مسلمان بنانے کے عمل کو قانونی قرار دیتے ہیں۔ انسانی حقوق کے بعض سرگرم کارکنوں کے مطابق، ہندو خواتین کی آواز دبانے اور انہیں مذہبی بنیادوں پر اذیت دینے کے لئے ان کے خلاف حد سے زیادہ تشدد کا استعمال کیا جاتا ہے۔ صوبہ بلوچستان، جہاں ہندو سب سے بڑی مذہبی اقلیت ہیں اور جہاں بلوچ النسل باغی کئی برسوں سے مرکزی حکومت کے خلاف برسر پیکار ہیں، میں بھی ہندو مندروں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

پاکستان کی مذہبی اقلیتوں میں، احمدی سب سے سخت قانونی پابندیوں اور سرکاری طور پر منظور شدہ امتیاز کا شکار ہیں۔ پاکستان میں احمدیوں کی آبادی 30 اور 40 لاکھ کے درمیان ہے اور انہیں قانون کے تحت اپنے عقیدے پر مکمل طور سے عمل کرنے کی پابندی کا سامنا ہے۔ انہیں اپنی مذہبی رسومات بشمول مذہبی اصطلاحات استعمال کرنے کے جرم میں فوجداری الزامات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ پاکستان کے آئین میں احمدی مذہبی برادری کے اراکین کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے جبکہ ان کا اصرار ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔ قانون کے تحت احمدیوں پر خود کو مسلمان ظاہر کرنے، اپنی عبادت گاہوں کو مساجد کا نام دینے، غیر احمدی مساجد یا عام مسلمانوں کے لئے کھلی عوامی جائے نماز میں عبادت کرنے، اذان دینے، سب کے سامنے اسلامی انداز میں سلام کرنے، قرآن کا سر عام حوالہ دینے یا مسلمانوں کے مذہب کی بنیادی باتوں کا اقرار کرنے کی ممانعت ہے۔ احمدیوں کے لئے سر عام اپنے عقیدے کی تبلیغ کرنے؛ لوگوں کا مذہب تبدیل کرکے انہیں اپنے حلقے میں شامل کرنے؛ یا اپنے مذہبی مواد کی تیاری، اشاعت یا تقسیم غیر قانونی ہے۔ مئی 2008 کے اواخر میں دو دن احمدی اکثریتی شہر ربوہ، پنجاب (جسے پاکستانی حکام چناب نگر کہتے ہیں) کے باشندوں نے منفرد لباس، مذہبی نعروں کے ساتھ پٹیوں، بجلی کے قمقموں کی سجاوٹ اور آتش بازی کے مظاہرے کے ذریعے اپنے مذہب کا تہوار منایا۔ دو ہفتے بعد پولیس نے احمدیوں سے متعلق قوانین کے تحت پوری احمدی برادری کے خلاف فرد جرم عائد کر دی۔ جون 2008 میں ایک اور واقعے میں پنجاب کے شہر فیصل آباد کے ایک میڈیکل سکول سے 23 احمدیوں کو مبینہ طور پر اپنے عقیدے کی تبلیغ کرنے پر نکال دیا گیا۔ مزید برآں، احمدیوں کیلئے ووٹر لسٹوں میں غیر مسلم کے طور پر اندراج کرانا ضروری ہے اس لئے ان احمدیوں کو، جو مسلمان ہونے کا دعوی ترک نہیں کرتے، ووٹ دینے کے حق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ دسمبر 2004 میں پاکستانی پاسپورٹ سے مذہب کے اندراج کا خانہ حذف کر دیا گیا جس کے باعث احمدی حج پر جا سکتے تھے یہ ایک مثبت پیش رفت تھی جو مارچ 2005 اس وقت ختم ہو گئی جب حکومت کی ایک وزارتی کمیٹی نے مبینہ طور پر اسلامی مذہبی جماعتوں کے دباؤ پر آ کر پاسپورٹ کا یہ خانہ بحال کر دیا۔ معلومات کے مطابق پاکستان کی کسی بھی حکومت نے احمدیوں کے خلاف قوانین کی اصلاح کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔

توہین رسالت کا جرم قرار دیئے جانے پر جو مجوزہ فوجداری سزائیں دی جاتی ہیں ان میں عمر قید اور موت کی سزا شامل ہے۔ توہین رسالت کے الزامات اکثر غلط ہوتے ہیں جن کے نتیجے میں ملزم یا ملزمان کوطویل عرصے کیلئے قید کر لیا جاتا ہے اور بعض اوقات احمدیوں، عسائیوں، ہندوؤں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کی علاوہ مسلمانوں کے خلاف تشدد کے واقعات شروع ہو جاتے ہیں۔ چونکہ ان قوانین کی رو سے الزامات عائد کئے جانے کے بعد شواہد پیش کرنا اور نیت کا ثبوت دینا ضروری نہیں ہوتا اور جھوٹے الزامات عائد کرنے پر کوئی سزا نہیں دی جاتی اس لئے انتہا پسندعناصر عام طور پر یہ قوانین، مذہبی اقلیتوں اور مخالف فرقوں کے ارکان کو ڈرانے دھمکانے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ اخلاقی قدروں کا لحاظ نہ رکھنے والے عناصر ان قوانین کو محض دوسروں سے انتقام لینے یا کوئی مفاد حاصل کرنے کیلئے بھی استعمال کرتے ہیں۔ اگرچہ اکتوبر 2004 میں بد نیتی پر مبنی ایسے الزامات میں کمی کرنے کیلئے قوانین میں کچھ ترامیم کی گئیں لیکن طریقہ کار میں معمولی تبدیلیوں کا اس انداز پر کوئی نمایاں اثر نہیں پڑا جو پاکستان میں توہین رسالت قوانین کاغلط استعمال کرنے کیلئے اپنایا جاتا ہے۔ توہین رسالت قوانین کے منفی اثرات، مناسب عدالتی طریقہ کار نہ ہونے کی وجہ سے اور بڑھ جاتے ہیں۔ توہین رسالت مقدمات کی سماعت کے دوران، اسلامی انتہا پسند اکثر کمرہ عدالت میں جمع ہو جاتے ہیں اور ملزم یا ملزمان کے بری ہونے کے نتیجے میں سر عام تشدد آمیز کارروائیوں کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ بعض اوقات عدالتی فیصلوں کے بعد تشدد کے واقعات سے ایسی دھمکیاں سچ ثابت ہوئی ہیں۔ اگرچہ توہین رسالت قوانین کے تحت ابھی تک کسی کو سرکاری طورپر پھانسی کی سزا نہیں دی گئی لیکن کئی افراد کو موت کی سزا سنائی جا چکی ہے۔ توہین رسالت قوانین کے تحت ملزم قرار دیئے جانے والے بیشتر افراد پر مشتعل انتہا پسندوں نے حملے کئے، حتی کہ انہیں ہلاک کر دیا حالانکہ ان میں سے کچھ افراد پولیس کی حراست میں تھے۔ سرکاری سزا یا انتہا پسندوں کے حملوں سے بچ جانے والے ایسے افراد کو بعض اوقات ملک سے فرار ہونا پڑتا ہے۔

اطلاعات کے مطابق توہین رسالت کے الزام میں ہر سال بیسیوں افراد کو گرفتار کیا جاتا ہے اور بیشتر ملزمان کی ضمانت۔ مشتعل افراد کے تشدد کے خطرے کی وجہ سے منظور نہیں کی جاتی۔ ایک مقدمے میں جنوری 2009 میں پانچ نوجوان احمدیوں کو سنیوں کی ایک مسجد کے بیت الخلا کی دیوار پر حضرت محمدؐ کا نام لکھنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ ان کی گرفتاری مبینہ طور پر اس وقت عمل میں آئی جب وہ خود پر لگائے گئے الزامات سے انکار کرنے کیلئے رضاکارانہ طور پر پولیس کے سامنے پیش ہوئے۔ پاکستان کے انسانی حقوق کمیشن کے حقائق معلوم کرنے والے ایک مشن نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس فعل کا کوئی چشم دید گواہ نہیں تھا اورنہ ہی ایسا کوئی ثبوت ملا جس سے ظاہر ہو کہ یہ حرکت ملزمان نے ہی کی تھی۔ اپریل 2007 میں پنجاب میں توہین رسالت کے الزام میں گرفتار کئے جانے والے پانچ عیسائیوں کو، مسلمان علما اورعسائی نمائندوں کے درمیان ہونے والے مفاہمتی اجلاسوں کے بعد جنوری 2009 میں رہا کر دیا گیا۔ پنجاب کے شہر فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے دوعمر رسیدہ عیسائی بھائیوں کو لاہور ہائی کورٹ نے اپریل 2009 میں رہا کر دیا۔ دونوں افراد کو قرآن مجید کے اوراق نذر آتش کرنے کے الزام میں نومبر 2006 میں 10برس قید کی سزا سنائی گئی تھی ۔ ان پر یہ من گھڑت الزام مبینہ طور پر زمین کے ایک تنازعے کے وجہ سے لگایا گیا تھا۔ اگرچہ لوگوں کو توہین رسالت کے الزامات سے وقتاً فوقتاً بری کیا جاتا رہا لیکن عملاً ان افراد کو مذہبی انتہا پسندوں کے حملوں کے خطرے کی وجہ سے روپوش یا ملک بدر ہونا پڑا۔

حدود آرڈیننس کے تحت، آبروریزی کے متاثرین پر بدکاری کے الزامات لگنے کا امکان بہت بڑھ جاتا ہے، جس کے لئے سنگساری کے ذریعے موت ایک ممکنہ سزا ہے۔ پاکستان میں خواتین کی حیثیت پر اکتوبر 2003ء میں قومی کمیشن نے حدود قوانین سے متعلق ایک رپورٹ جاری کی جس میں یہ بیان کیا گیا کہ 88 فیصد قیدی خواتین، جن میں زیادہ تر آبروریزی کی شکار ہیں، ان قوانین کی خلاف ورزی کے الزام میں قید میں وقت گزار رہی ہیں جو غیر ازدواجی زندگی کے جنسی تعلقات کو جرم گردانتے ہیں۔ حدود قوانین کا اطلاق مسلمانوں اور غیر مسلموں پر یکساں ہوتا ہے۔ تشدد کے خلاف اقوام متحدہ کی کمیٹی اور ساتھ ہی ساتھ اقوام متحدہ کے تشدد کے بارے میں نمائندہ خصوصی کا بیان ہے کہ انسانی حقوق کے معیار اور معاہدوں کے مطابق سنگساری اور جسمانی اعضاء کا کاٹنا تشدد یا ظلم، غیر انسانی، اور غیر اخلاقی برتاؤ یا سزا کو روکنے کے فریضے کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ اگرچہ ان شدید جسمانی سزاؤں پر عمل نہیں ہوتا رہا ہے، جیل کی قید یا جرمانے جیسی چھوٹی سزائیں دی جاتی رہی ہیں۔ مذہبی آرڈیننس کے اس انتہائی مذمتی پہلو میں اصلاح کے لئے ایک مثبت پیشرفت کے طور پر 2006ء میں اس وقت کے صدر مشرف نے ایک قانونی بل پر دستخط کر کے کی جس سے آبروریزی کے الزامات کے متعلق حدود آرڈیننس میں کانٹ چھانٹ سے اس کا دائرہ محدود ہو گیا۔ نئے قانون نے آبروریزی کے جرم کو حدود قوانین کے دائرہ کار سے خارج کو دیا اور اسے 69 پینل کوڈ کے تحت کر دیا گیا علاوہ ازیں آبروریزی کی شکار کے لئے ثبوت جرم کے طور پر چار مرد چشم دید گواہوں کی ضرورت کو بھی نکال دیا گیا۔ نئی قانون سازی کے تحت آبروریزی کے جرم کا ثبوت جرح اور واقعاتی شہادتوں کی بنیاد پر مانا جائے گا۔ اس تبدیلی کے بعد جولائی 2006ء میں آرڈیننس میں ایک اور ترمیم وضع کی گئی جس میں جنسی الزامات میں مجرم گردانی گئی خواتین کو قید میں پڑے رہنے کی بجائے ضمانت پر رہائی کا حق حاصل ہوا---- بعض اوقات لمبے دورانیئے کے لئے--- اپنے مقدمے کی سماعت کا انتظار کرتے ہؤے۔

پاکستان بشمول درج بالا مذہبی آزادی سے متعلقہ گمبھیر مسائل کے، خطے میں اور خطے سے باہر مذہبی عدم برداشت اور مذہبی ترغیب شدہ جرائم کا نمایاں وسیلہ بن گیا ہے۔ نومبر 2008ء میں ممبئی، انڈیا میں بہترین منصوبہ بندی سے کئے جانے والے دہشت گرد حملے کا تعلق پاکستان کے ایک انتہا پسند گروہ لشکر طیبہ سے جوڑا گیا ہے، ایک ایسا تعلق جس کا اعتراف اس وقت کے پاکستان کے وزیر داخلہ نے فروری 2009 میں کھلے عام کیا ہے۔ پاکستانی حکام نے ایسے انتہا پسند عناصر کو کچلنے کے لئے کوششیں کی ہیں جن سے پاکستان کی اپنی سلامتی کو بھی خطرہ لاحق ہے۔ تاہم ایسی وسیع رپورٹیں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستانی فوج اور انٹیلیجنس ایجنسیوں نے طالبان کے ساتھ تعلق رکھنے والے اور ہمسایہ ممالک افغانستان اور بھارت میں کاروائیاں کرنے والے انتہا پسندوں کو محفوظ پناہ گاہیں، کاروائیوں کے اڈے اور دیگر سہولیات مہیا کی ہیں۔ ایسی حمایت کے نتیجے میں افغانی طالبان کو دوبارہ منظم، ہتھیار بند اور امریکی اور نیٹو کی اتحادی فوجوں کے انہیں افغانستان سے نکال دینے کے بعد افغانستان میں سرحد کے آر پار کاروائیاں کرنے کا موقع ملا جس کے نتیجے میں ملک میں انتہاپسندی بڑھی اور ملک غیر مستحکم ہوا۔ سٹیٹ ڈپارٹمنٹ نے خصوصی طور افغانی طالبان کے دور حکومت کو 1999ء سے 2001ء میں ان کی حکومت کی معزولی تک مذہبی آزادیوں کی شدید خلاف ورزی کرنے والے نامزد کیا تھا۔

حکومت پاکستان عالمی میدان میں بھی مذہبی و عقائد کی آزادیاں سلب کرنے میں مستعد رہی ہے۔ جیسا کہ اس نے 1999ء سے اقوام متحدہ کے اداروں میں کیا ہے، مارچ 2009ء میں ایک مرتبہ پھر پاکستان نے جنیوا میں اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی کونسل میں ایک قرار داد پیش کی ہے جو نام نہاد توہین مذہب کے خلاف اقدامات کی حمایت کرتی ہے۔ قرارداد کے پشتپناہوں/ حامیوں کا دعویٰ ہے کہ ان کا مقصد مذہبی برداشت کو بڑھانا ہے، مگر عملی طور پر ایسے قوانین کے مطابق باقاعدگی کے ساتھ جرم لگائے جاتے اور مقدمے چلائے جاتے ہیں جو ان ممالک کے مقامی حکام کی طرف سے۔ ناپسندیدہ/ ہاحراج یا ۔ناقابل قبول سمجھے جاتے ہیں جہاں ایسے قانون موجود ہیں کسی مخصوص، حمایت یافتہ مذہب یا فرقے کے خلاف بولنا۔ توہین مذہب کے قوانین واضح طور پر عالمی انسانی حقوق کے دستاویزات کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں جو کہ اظہار رائے کی آزادی، سوچنے کی آزادی، ضمیر اور مذہب کے حقوق کی ضامن ہے۔ مزید براں وہ افراد کی بجائے کلی طور پر مذہب کو حقوق تفویض کرتے نظر آتے ہیں۔
افسوسناک بات یہ ہے کہ قرارداد 23 ووٹوں سے کاؤنسل میں کامیاب ہو گئی۔ 11 ممالک نے قرارداد کے خلاف رائے دی اور 13 ممالک غیر جانبدار رہے۔

کمشن مدت سے مذہبی آزادی کی سنگین خلاف ورزیوں سے تشویش میں مبتلا ہے جو پاکستان میں انجام دی گئی ہیں، جن میں سے کچھ پر خود حکومت پاکستان نے چشم پوشی کی ہے۔ 2002 سے کمشن نے ہر سال سفارش کی ہے کہ پاکستان کو خصوصی تشویش کا ملک قرار دیا جائے۔ کمشن نے پاکستان میں مذہبی آزادی کے مسائل کو سماعت عامہ، انتظامیہ اور کانگریس کے ساتھ ملاقاتوں، یو ایس گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدیداروں کو خطوط، اور پریس بیانات کے ذریعے اجاگر کیا ہے۔ فروری اور اپریل 2009 میں، کمشن نے طالبان سے تعلق رکھنے والے انتہا پسندوں کا مالاکنڈ ڈویژن، وادی سوات جس کا حصہ ہے، کا مقامی کنٹرول تسلیم کرتے ہوئے ایک معاہدہ قبول کرنے کے لیے پاکستان کی صوبائی اور مرکزی حکومتوں کی آمادگی کی طرف توجہ دلائی جو معمول کے طور پر اپنے سیاسی اور ولم دین کے ایجنڈوں کے نفاذ کے لیے تشدد استعمال کرتے ہیں، اور نتیجے میں دانستہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں اور مذہبی آزادی پر شدید بندشیں۔

مارچ 2009 میں، کمشن نے کیپیٹل ہل میں سماعت بعنوان – پاکستان: مذہبی آزادی اور تحفظ کو مذہبی انتہا پسندی کا خطرہ منعقد کی۔ ماہرین نے پاکستان میں مذہبی آزادی پر قانونی پابندیوں پر بحث کی؛ خطرہ، مذہبی طور پر متحرک کردہ تشدد اور عدم رواداری کا، خصوصی طور پر عورتوں اور مذہبی اقلیتوں کو؛ پاکستان کے نظام تعلیم میں رواداری کو بڑھاوا دینے کے لیے حکمت عملیاں، بشمول اسلامی سکول؛ اور پاکستان کے لیے یو ایس پالیسی اداروں کی کیسے بہتر مدد کر سکتی ہے جو انسانی حقوق کے لیے احترام کو بڑھاوا دیتے ہیں، بشمول مذہب کی آزادی یا عقیدہ کے۔

اس سماعت اور پاکستان پر کمشن کے سابقہ کام کی بنیاد پر، کمشن درج ذیل کے متعلق مارچ 27، 2009 کو انتظامیہ کے اعلان کا خیر مقدم کرتا ہے – ایک جامع اور نئی حکمت عملی جو – پاکستان پر ماضی کی نسبت زیادہ شدید طور پر توجہ مرکوز کرتی ہے، دہشت کے خلاف پاکستانی کارکردگی سے منسلک، یو ایس اور بین الاقوامی امداد، دونوں معاشی اور فوجی میں زیادہ اہم اضافے کا مطالبہ کرتی ہے۔ کمشن پر زور نتیجہ اخذ کرتا ہے، کہ معاشی اور فوجی اعانت کے علاوہ ضرورت ہے کہ ریاستہائے متحدہ پاکستانی سوسائٹی کے اندر ان عناصر کی حوصلہ افزائی کرے جو جمہوری اقدار، قانون کی حکمرانی، اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات کا احترام کرتے ہیں، بشمول مذہب یا عقیدے کی آزادی کے۔ اس اختتام پر کمشن نے متعدد سفارشات کی ہیں جن میں انتہائی حالیہ نیچے واضح کی گئی ہیں۔

یو. ایس. (U.S.) پالیسی کے لیے سفارشات

یہ سفارش کرنے کے علاوہ کہ پاکستان کو سی پی سی (CPC) قرار دیا جائے، کمشن پاکستان کے متعلق یو ایس گورنمنٹ کے لیے درج ذیل سفارشات رکھتا ہے۔

I مذہبی آزادی اور دوسرے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو روکنا

یو. ایس. (U.S.) گورنمنٹ کو حکومت پاکستان سے اصرار کرنا چاہئیے کہ:

- معاہدوں کی مخالفت کرے جو طالبان – سے تعلق رکھنے والے متشدد گروپوں کو نظام عدل، خواہ شریعہ یا لادینی، کنٹرول کرنے کے لیے بااختیار بنائیں گے، جس کا نتیجہ پاکستان کے شہریوں کے لیے انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں اور مذہبی آزادی پر بندشیں ہو گا، اور آج تک کئے ہوئے کوئی بھی معاھدے منسوخ کریں، بشمول اپریل 2009 میں مرکزی حکومت کی طرف سے منظور کردہ وادی سوات پر اثر انداز ہونے والا معاھدہ.

- کلمہ کفر کو غیر فوجداری بنایا جائے اور، درمیانی عرصے میں تاوقتیکہ کاروائی کی جا چکی ہے، کلمہ کفر کے قوانین کے لیے باضابطہ تبدیلیاں لائیں جو ان کی خلاف ورزی کم کر دے گی اور آخر کار ختم کر دے گی؛ اور یقینی بنائیں کہ وہ جن پر کلمہ کفر کا الزام ہے اور ان کی صفائی پیش کرنے والوں کو موزوں تحفظ فراہم کیا گیا ہے، بشمول موت کی دھمکیوں اور عسکریت پسندوں کی طرف سے کی گئیں دوسری کاروائیوں کی تفتیش کے ذریعے اور کہ بمطابق استحقاق کاروائی کی پیروی کی گئی ہے؛

- مذہبی اور فرقہ وارانہ تشدد سے بچاو اور اسکا ارتکاب کرنے والوں کو سزا دینے کو فوقیت دیں، بشمول:

-- شیعہ، صوفی، عیسائے، احمدی، ہندو، سکہ اور دوسری مذہبی اقلیتو کو اپنے عبادت گاہوں اور دوسری اقلیتی عوامی اجتماع گاہوں کو محفوظ بنانی اور بنیاد پرست تشدد پسند تنظیموں کو اسلحہ سے پاک کرنے کو زیادہ فوقیت دے.

-- مذہبی اور فرقہ ورانہ فساد پہیلانے کے عمل پر تحقق کرنے اور اس کے مرتکب ہونے والوں کو وقت پر سزا دے.

-- ایک با اختیار اور شفاف حکومتی کمیشن بنائی جو اقلیتی اور خواتین ارکان پر مشتمل ہو اور مناسب ماسبات کا حامل ہو جس کو مذہبی اور فرقہ ورانہ تشدد پر تحقیقات کرنے اور اس کو ختم کرنے کے طریقو پر حکومت پاکستان کو سفارشات پیش کرنے کا اختیار حاصل ہو. خصوصی طور پر ان علاقوں مي جہا مذہبی اقلیتوں کی آبادی زیادہ ہے جیسے کرم الجنس میں بسے شیعہ مسلمان.

- احمدیوں کو نشانہ بنانی والی خواتین کو رد کرے، جو ان کے لئے عام مذہبی عبادات کی ادائیگی کو جرم قرار دیتے ہیں اور جو عالمگیر انسانی حقوق کے معاہدے اور لوگوں کے معاشرتی اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے میں ان کے مذہبی حقوق کی آزادی کی یقین دہانی کی خلاف ورزی کرتے ہیں؛ اور

- بین الاقوامی انسانی حقوق کی تنظیم اور دوسری بین الاقوامی سطحوں پر نام نہاد، مذہب کو بدنام کرنی کی قرار داد، جو انسانوں کی عالمگیر مذہبی اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرتی ہے، کو بند کرلے.

امریکی حکومت کو چاہئے کہ:

- مذہبی آزادی اور اس سے متعلقہ انسانی حقوق کی سربلندی جیسے مسئلے کو پاکستان کے ساتہ اپنی نئی حکمت عملی مي خصوصی طور پر اہمیت دے اور اس پر اپنی افکار کا برملا اظہار کرے اور پاکستان کے ان عوامی اداروں کی مدد کرے جو ان حقوق کی سر بلندی اور ضمانت کے لئے کام کري؛ اور

- پاکستان اور افغانستان کے لئے خصوصی نمائندے رچرڈ ہالبروک کی ٹیم مي ایک نمائندہ تعینات کرے جو خصوصی نمائندے کو پاکستان میں انسانی حقوق پر خصوصی رپورٹ پیش کرے، جس میں مذہبی آزادی اور فرقہ ورانہ فسادات کی تفصیل شامل ہو.

II نفاذ قانون، نظام عدل اور عوام الناس کو تقویت دینا

امریکی حکومت کو پاکستانی حکومت سے مطالبہ کرنا چاہئے کہ:

- وہ قانون کی بالادستی قائم کرے جسمی مذہب، تقریر، ملنے جلنے، جلسہ کرنے اور صحافت کی آزادیو سمیت زاد عدلیہ کو بحال اور اس کی تحفظ کو قرار داد کے ذریعے یقینی بنانا شامل ہے.

امریکی حکومت کو چاہئے کہ:

- وہ اپنی عوامی مالیاتی اداروں کے ذریعے حکومت پاکستلن اور اس کے اہم جمہوری اداروں کو مضبوط کرے. خصوصی طور پر عدالتوں اور قانون نافذ کرنے والے ادارو کو جن کے بارے میں رشوت ستانی، غیر فعالی اور غیر ذمہ داری جیسی اطالاعات ملی ہي. اور بہی ادارے انسانی حقوق اور مذہبی آزادی کی پا مالی جیسی خلاف ورزيو مي ملوث ہوتے ہي.

- وہ ماضی مي خاص سیاسی جماعتوں یا خاص سیاسی فوجی لیڈروں کی اہمیت پر توجہ دینے کی حکمت عملی کے بجائے پاکستان کو مضبوط بنانے کی لئی اپنی غیر فوجی امداد کے ذریعے انسانی حقوق عوام الناس، قانون سازی اور جمہوری اداروں کو اعلی مقام دینے پر زور دے.

- امریکی حکومت کے رابطے پاکستانی گوورمنٹ سے آگے پھیلاے تاکہ اس میں عام شہریوں کو نمائندگی دینے والے ہرقسم کے لوگوں کے ساتھ آزادانہ اور عوامی گفتگو اور بات چیت شامل ہو، بشمول ایسی تنظیمیں اور سیاسی پارٹیاں جو حکومت پر تنقید کرتی ہوں یہ مختلف سوچ اور نظریے کی حامل ہوں، اور

- جانیں کے پاکستان میں پائیدار استحکام کارگر ریاست سے ائے گا، ایسے پروگراموں کو توسیع کریں جن سے آمریکہ کا پاکستانی عوام کے ساتھ پائیدار تعلق بنا رہے، جیسے کے فل برائٹ پروگرام، انٹرنیشنل وزیٹر پروگرام اور پیشہ ور افراد، طالب علموں، دینی اور معاشی سوسائٹی سے تعلق رکھنے والے پاکستان کی تمام مختلف کمیونٹی کے نمائندوں کے تبادلے۔

III شدت پسندی اور شدت پسند تنظیموں کے ساتھ حکومتی اتحاد کے خلاف جنگ

- آمریکی حکومت پاکستانی حکومت سے درخواست کرے کے: پاکستانی حکومت بشمول انٹیلی جنس سروسس کی جانب سے طالبان یہ کسی دوسری دہشت گرد تنظیم کو برداشت کرنا یہ اس کی مدد کرنے کو مکمل بند کیا جائے، اور

- پچھلی فوجی غالب حکومتوں کی اسلامی سیاسی جماعتوں کے ساتھ گڈھ بھیڑ کی مخالفت اور ان کے نتائج سے آگاہی کے لیے کام کریں، جس نے ان تنظیموں پر بہت گہرا اصر چھوڑا ہے اور جس کے نتیجے میں مزہبی آزادی پر بہت منفی اصر پڑا ہے۔

امریکی حکومت کو چاہیئے کے:

- شہری اور افواجی مدد کے استعمال کہ لیے واظہ، تفصیلی،شفاف اور قابل پیمائش حدوف قائم کرے تاکہ باقی چیزوں کے ساتھ امریکی ایڈ طالبان یہ کسی دوسری شدت پسند تنظیم کے کام نہ آ سکے، پاکستانی شہریوں کا امریکہ اور اس کی پاکستان کی حفاظت، استحکام اور ترقی کے بارے میں سنجیدگی پر اعتماد کو بحال کرنے میں مدد دے، اور ایڈ کے استعمال اور حدوف تک رسائی کے عمل میں یکسوئی آ سکے۔

IV سکولوں میں تعلیم اور برداشت پر تووجہ

آمریکی حکومت پاکستانی حکومت سے درخواست کرے کے:

- ایسے تمام مررسے یہ سکولوں کو تحقیق کے باد بند کیا جائے جو طالب علموں کو خون خرابہ کرنے کی نیت سے غیر قانونی اسلحہ یہ ہتھیار چلانا سکھاتے ہوں؛

- ملکی ستح پر ایسی سکول کی کتابیں اور نصاب کا معیار فائز کیا جائے جو تمام مزاہب کی جانب برداشت کو حقیقتن بڑھاوا دیں،اور مناسب طرز کا ایسا طریقہ کار بنائیں جو اس معیار کی سرکاری سکولوں میں جانچ اور عمل درامد کو یقینی بنائے؛ اور

- تسسلے کرے کے مدرسوں کی نگرانی کے لیے قائم کیے گئے ادارے کے پاس اتنی طاقت ہو کہ وہ انسانی حقوق کی نشونماء، اس کو نصب کرنا اور اس کے سٹینڈرڈ کے مطابق اساتذہ کی ٹریننگ کو یقینی بنا سکے، اور اس کے نصاب اور پڑھائی کے طریقے کار کی نگرانی کر سکے۔

امریکی حکومت کو چاہیے کہ:

- پاکستان کی تعلیمی مدد کرتے ہوئے، سرکاری سکولوں اور مدرسوں کی اصلاح پر خصوصی توجہ دے، جہاں نصابی کتب میں اکثرمزہبی برداشت کا پہلو نہیں ملتا اور مذہبی اقلیتوں کہ بارے میں تہتک امیز جملے ہوتے ہیں، خاص طور پر یہودیوں اور ہندوں کے بارے میں؛ اور

- ایک سالانہ پروگرس رپورٹ کی درخواست کی جائے امریکن سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ سے اور/یہ امریکن ایجنسی برائے بین الاقوامی ڈیوولپمنٹ فور کانگرس اور امریکن کمشن برائے بین لاقوامی مزہبی آزادی سے جس میں پاکستان کے سرکاری سکولوں اور مدرسوں میں مذہبی نارواداری میں کمی، شفاش، تفصیلی اور قابل پیمائش حدوف کی جانب بڑھنے میں امریکی تعلیمی امدار کا رول واضہ کیا جائے۔